صاحب گیلانی بھی قابلِ ذکر ہے۔
ان کے علاوہ بھی اس قسم کی مفید کتابیں
ہیں۔ مگر اس وقت سب مستحضر نہیں ہیں۔

علمی و مطالعاتی زندگی ——— ۲

محترمی ایڈیٹر صاحب! السلام علیکم

یکم نومبر کو آپ کا دوسرا نوازش نامہ ملا جس میں سوالنامے کے جواب کا تقاضا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے بعض سوالوں کا جواب نہایت مشکل ہے۔ اشتغال اور موانع کی کثرت اجازت نہیں دیتی کہ گذری ہوئی زندگی کا تحقیق کے ساتھ جائزہ لیا جاسکے۔ پھر مطالعہ کے حدود بھی متعین نہیں ہیں۔ بہرکیف! بروقت بارِ خاطر سے سبکدوش ہونے کی کوشش کرتا ہوں۔ نمبروار جواب لکھتا ہوں۔ سوالوں کے اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھتا۔

۱۔ ابتدائی کتابوں سے لیکر صحاح ستہ اور تفسیر بیضاوی تک ساری کتابیں اپنے آنجہانی والد محترم مولانا مفتی محمد امیر حسن بہاری سے پڑھیں ۱۹۲۱ء سے آپ صدر مدرس حمادیہ ڈھاکہ رہے۔ پھر ۱۹۲۲ء سے ۱۹۴۲ء تک ڈھاکہ یونیورسٹی کے شعبۂ عربی و اسلامیات میں بنگال کے مشہور محدث مولانا اسحٰق بردوانی کے بعد حدیث۔ تفسیر اور فقہ کے لکچرار کی حیثیت سے بھی اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ قبل اپنی تعلیم کے اختتام کے بعد مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں دارالافتاء میں سات سال تک مفتی رہ چکے تھے۔ نحو و صرف اور فقہ میں یگانۂ روزگار تھے۔ آنجہانی مولانا محمد سجاد سیکرٹری جمعیت علماء ہند اور آپ دونوں تا اختتامِ تعلیم ساتھ ساتھ رہے۔ ڈھاکہ کے قیام میں ادب عربی اور کتابت کی مشق کے لئے کچھ عرصہ تک میں آنجہانی مولانا احمد حسین اعظمی مبارکپوری کے زیرِ تربیت رہا۔ ان کی تعلیم سے ادبی ذوق میں نمایاں ترقی ہوئی۔ ۱۹۳۴ء میں چند ماہ دیوبند میں مقیم رہا اس عرصے میں دارالعلوم کی لائبریری اور آنجہانی مولانا اعزاز علی کے ہدایہ اور دیوان متنبی کے اسباق میں بالالتزام حاضر رہا۔

۲۔ اردو زبان میں مولانا ڈپٹی نذیر احمد۔ مولانا عبدالحلیم شرر کے اخلاقی اور تاریخی ناولوں سے بے حد متاثر ہوا۔ علامہ شبلی کی سیرت النبیؐ، الفاروق، الکلام، النعمان، الغزالی، المامون سے (عربی میں رفاعی کی عصر المامون تین ضخیم جلدوں سے) نیز شعر العجم و موازنہ انیس و دبیر سے اور مولانا ابوالکلام آزاد کی کتابوں اور مقالات سے بھی شغف رہا۔ غالب کے خطوط اور حالی کی مسدس اور دوسری نظموں کا گہرا اثر رہا۔

عربی کتابوں کے متعلق کچھ کہنا اس کم وقت میں دشوار ہے۔

۳۔ روزنامہ زمیندار اور مولانا ظفر علی خان کی نظمیں اودھ پنچ کے مقالات نیز ساقی درویش

دہلی اور دلگداز لکھنؤ، کلکتہ کے البلاغ و الہلال کے شمارے بہر دلعزیز رہے، معارف اعظم گڑھ اور نقاد آگرہ نیز مولانا منظور نعمانی کے الفرقان سے خاص شغف رہا۔

آج کل اردو فکر و نظر، بینات، البلاغ الحق، المعارف، ترجمان القرآن، میثاق وغیرہ علمی ادبی دینی ماہوار رسالے ہیں جو معیاری کہے جانے کے مستحق ہیں۔ البتہ پاکستان بننے کے بعد اردو زبان ایک انقلابی دور سے گذر رہی ہے اور دوسری زبانوں کے اثرات اس پر زیادہ غلبہ پا رہے ہیں کہ لکھنے والے اپنی اپنی زبانوں کی خصوصیات کے تحفظ کی خاطر کبھی دانستہ طور پر اور کبھی نادانستگی سے اردو زبان کو قربان کر دیتے ہیں۔

۴۔ بچپن میں اپنی والدہ ماجدہ مرحومہ سے نیز محلے کے ایک بزرگ صوفی منش مولوی محمد امیر مرحوم سے، اللہ تعالیٰ دونوں کو غریق رحمت کرے، حروف ابجد سے لیکر قرآن پاک کے چند پارے تک کی تعلیم حاصل کر کے فارسی آمد نامہ بھی پڑھنا شروع کیا تھا کہ آنجہانی والد بزرگوار مولانا محمد امیر حسن نے اپنے ساتھ رکھنا مناسب سمجھا۔ ڈھاکہ کے ابتدائی دور میں علاوہ فارسی اور قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرنے کے مدرسہ کے ساتھ ملحق مکتب میں بنگلہ زبان، بنگلہ درسیات ساتھ ہی کچھ انگریزی کی تعلیم پائی، بعد میں عربی کی درسیات باقاعدہ پڑھتا رہا۔ فاضل کے امتحان کے بعد دیوبند میں چھ ماہ رہا، بعد ازاں جھوائی ٹولہ لکھنؤ میں طب کی تعلیم حاصل کی۔ پھر انگریزی کی تعلیم اور تاریخ ادب عربی و انگریزی مقالہ نویسی میں ڈاکٹر سراج الحق، ڈاکٹر سید معظم حسین اور آنجہانی سید عبدالسبحان سے ڈھاکہ یونیورسٹی میں دیگر اساتذہ کے علاوہ زیادہ مستفید ہوا۔

اول الذکر دونوں حضرات صدر شعبہ عربی و اسلامیات رہ چکے ہیں اور ثانی الذکر عرصہ تک ڈھاکہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر رہے، فی الحال دونوں حضرات حکومت پاکستان کے اسلامی مشاورتی کونسل کے ممبر ہیں۔

آکسفورڈ کے قیام کے زمانہ میں پروفیسر ایچ۔ آر گب اور ڈاکٹر ریچرڈ والسر کے طریقہ تحقیق اور علمی بحث و تمحیص سے بے حد متاثر ہوا۔

۵۔ ڈاکٹر مصطفی زرقا۔ شیخ شلتوت۔ شیخ ابوزہرہ۔ مصطفی عبدالرزاق۔ محمد الغزالی مرحوم، سید قطب وغیرہ کی مؤلفات جدید مسائل کو علمی طریقے پر حل کرنے میں نہایت مفید ہیں۔

پاکستان میں مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نیز مولانا عبدالماجد دریا بادی۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی مولانا محمد امین اصلاحی۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادی وغیرہ دیگر علماء کی تالیفات بھی کارآمد و مفید ہیں۔

۶۔ قرآن حکیم اور احادیث صحیحہ کو سیرت نبویؐ اور اجلہ صحابہؓ کے حالات، زندگی کی روشنی

میں سمجھنا بہت سے فتنوں سے بچائے گا۔
پھر مستند علماء کی کتابیں بھی کارآمد ہیں، بشرطیکہ اللہ
تعالیٰ ہدایت کی توفیق دے۔

۷۔ سرسری طور پر کتابوں کا نام لینا دشوار
ہے۔ تفصیل کے لئے وقت نہیں۔

۸۔ مدارس عربیہ میں طرز تعلیم کے بدلنے کی
ضرورت ہے۔ نظام تعلیم کے متعلق اجمالاً عرض
ہے کہ احقر کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ یہ نظام
دین و دنیا دونوں کے لئے مفید ہو اور موجودہ
سارے رائج نظام دونوں کے لئے ناکافی ہیں۔
البتہ یہ کہنے میں باک نہیں کہ مدارس عربیہ کے
نصاب پر نظر ثانی کی ضرورت اس لحاظ سے
ہے کہ اس کو آج کل کے تقاضوں کو پورا کرنے
میں زیادہ سے زیادہ ممد و معاون بنایا جائے
تحریر و تقریر پر زور دینے کے علاوہ انفرادی
توجہ کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ ایسے مضامین کا
انتخاب بھی لازم ہے، جن کی ضرورت ہمارے
روزمرہ کی زندگی میں ہر ہر گام پر ہوتی ہے۔
یہ کام تو حکومت کا تھا کہ ایک نظام تعلیم
ملک میں رائج کر کے مختلف دفاتر اور شعبوں
کی ملازمتوں نیز تجارتی و کاروباری اداروں کو صرف
ایک نظام تعلیم کے محصلین کے لئے مخصوص
نہ کرتی اور سرکاری ملازمتوں کے مقابلہ کے امتحانوں
میں عربی مدارس کے طلبا کو بھی شریک ہونے کی
اجازت دیتی۔ دینی علوم کی ضرورت کے ساتھ
سائنس اور دنیوی علوم کو بھی اسلامی علوم میں داخل
سمجھنا بے حد ضروری ہے۔ علمی زندگی میں اسلام
نظام تعلیم کی تنویت کو کبھی برداشت نہیں کرتا۔ اگر
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت
رضی اللہ عنہ کو عبرانی سیکھنے کا حکم دیا تو آج علوم
جدیدہ اور یورپین زبانوں کے سیکھنے کو ہم برا نہیں
سمجھ سکتے بلکہ بین الاقوامی تقاضوں کے ماتحت
ان کے واجب علی الکفایہ ہونے سے انکار
نہیں کیا جا سکتا۔

آخر میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ علوم دینیہ
کی تحصیل کسی خاص فکر و خیال کے ساتھ چپکنے کی
تلقین نہیں کرتی، اسلام تو رواداری کی تعلیم دیتا
ہے۔ اور عصبیۃ الجاہلیۃ کو سختی سے رد کرتا
ہے۔ پھر بجائے اللہ اور رسول کے فرمان پر عمل
کرنے کے، تعجب ہے کہ طلبا اپنے اپنے خاص
اساتذہ کی شدید متابعت کو اپنا دین و ایمان سمجھیں
اور اپنی آراء کے آگے دوسروں کی آراء کو ہیچ
سمجھیں۔ ظاہر ہے کہ ایسا تقشف اور ایسی
تنگ خیالی صحیح علمی بصیرت نہیں سمجھی جا سکتی۔
اور دوسروں کی ان آراء کا احترام نہ کرنا جو دین سے
مختلف نہ ہوں کسی طرح اسلام کی تعلیم کے موافق
نہیں ۔۔۔۔۔

سوالنامہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ
فرمائیں